عالمی صحافت کے اثرات اور نسل نو کی ذہنی تربیت

سیف الرحمان حفظ الرحمان تیمی



صحافت اور میڈیا ایک ہی چیز کے دو الگ الگ نام ہیں، دونوں اس ناحیہ سے برابر ہیں کہ دونوں کی سنگینی ،وقتی اثرپزیری کے دائرہ کو پھلانگ کر تا دیر کی فکری اور ذہنی تبدیلی کی حد تک پہنچ جاتی ہے،صحافت میڈیا کی تمام صنفوں میں اس اعتبار سے سب سے قدیم ہے کہ میڈیا کی تاریخ،صحافت یعنی اخبار ہی سے شروع ہوتی ہے جسے ہم جدید مانوس لفظ میں پرنٹ میڈیا کہتے ہیں۔

خبر اپنے اثر کے معاملے میں تب بھی اسی قدر مضبوط اور بے جوڑ تھا جب اس نے ابھی ڈگ بھرنے ہی شروع کئے تھے اور آج بھی اس کی بلا خیز تاثیر اسی طرح برقرار ہے بلکہ آج کے ماحول میں یہ بلا خیزی بسااوقات قیامت خیزی میں بھی بدلتی دیکھی جاتی ہے،صحافت اگرچہ بظاہر ایک معمولی سا علمی مشغلہ معلوم ہوتا ہے لیکن اس پیشہ کو اختیار کرنے والے غیر معمولی ذمہ داریوں کےحامل ہوتے ہیں،کہتے ہیں کہ انسانی فکر کے تہ خانے میں چھپے ہوئے انقلاب کو اپنی آنکھوں کے سامنے دوڑتا دیکھنا چاھتے ہو تو اخبار نکالو اور ان کو گھر سے باہر سڑکوں پر جاں بکف نکلتے دیکھو،عصر حاضر میں صحافت کی اہمیت اگر اس وجہ سے کسی کو گھٹتی معلوم ہو کہ ساری تاثیرات الکٹرانک میڈیا نے لے لیا ہے تو یاد رکھنا چاہئے کہ الکٹرانک میڈیا جس میں ٹی وی، ریڈیو،انٹرنیٹ اور اسکے مختلف شوسل سائٹس شامل ہیں، یہ سب کسی نہ کسی ناحیہ سے پہلے پرنٹ میڈیا کے مرحلے سے ہی گزر تے ہیں،بلفظ دیگر انہیں تاثیر، صحافت اور اسلوب صحافت ہی سے ملتی ہے ورنہ بے تکی حرکتوں اوربے معنی باتوں سے کس دل پر اثر پڑتا اور کون سا ذہن اسے قبول کرتا ہے یہ بتانے کی ضرورت نہیں- ہم گفتگو صحافت کی تاثیری قوت پر اس لیے کرناچاہتے ہیں کہ آج کے ماحول میں اس نے ایک خاص خول پہن لیا ہے اور اس ایک کے انیک روپ سامنے آرہے ہیں،سچائی یہ ہے کہ ہمارے دشمنوں نے آج سے تقریبا ایک سو پندرہ سال قبل 1898 میں یہ فیصلہ لیا تھا کہ”اگر ہم یہودی پوری دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے سونے کے ذخائز پر قبضے کو مرکزی اور بنیادی اہمیت دیتے ہیں تو ذرائع ابلاغ بھی ہمارے مقاصد کے حصول کے لیے دوسرا اہم درجہ رکھتے ہیں۔ ہم میڈیا کے سرکش گھوڑے پر سوار ہو کر اس کی باگ کو اپنے قبضے میں رکھیں گے، ہم اپنے دشمنوں کے قبضے میں کوئی ایسا مؤثر اور طاقتور اخبار نہیں رہنے دیں گے کہ وہ اپنی رائے کو مؤثر ڈھنگ سے ظاہر کرسکیں، اور نہ ہی ہم ان کو اس قابل رکھیں گے کہ ہماری نگاہوں سے گزرے بغیر کوئی خبر سماج تک پہنچ سکے” یہودیوں کا یہ منصوبہ 19پروٹوکولز کی صورت میں دنیا کے سامنے بھی آچکا ہے-

یہودیوں نے دنیا پر غلبہ پانے کے اس منصوبے کو یقینی بنانے کے لیے سب سے زیادہ صحافت اور میڈیا کے اس حصہ پر فوکس کیا جس کا تعلق نوجوانوں اور قوم کے نو نہالوں سے ہے،تاکہ اقوام وملل کی اصل پونجی ہی مخدوش ہو جائے اور ان کی تعمیری صلاحیت، تخریبی مواد میں بدل جائے،اس کے لیے انہوں نے اخبارات و رسائل کے ساتھ خبر رساں ایجنسیوں کے قیام کی طرف بھی خصوصی توجہ کی،یہی وہ بنیادی ذریعہ ہے جس کے استعمال سے اپنی خواہش کے مطابق وہ کام کرتے ہیں، عالمی خبر رساں نیوز ایجنسیوں کے ذریعے یہودی ہمارے دل و دماغ کو دھو رہے ہیں-دوسری طرف فلموں(جن کی بنیاد بھی صحافت ہی پر قائم ہوتی ہے) کے ذریعے ہمارے نوجوانوں اور فرزندانِ قوم کے دل و دماغ کو اپنے افکار و خیالات کی مسلسل غذا پہنچارہے ہیں تاکہ ہمارے بچے ا ن یہودیوں کے دم چھلے اور فکری غلام بن جائیں، صرف دو گھنٹے کے قلیل وقفے میں فلموں کے ذریعے ہماری ابھرتی ہوئی نسل کی عقل کومفلوج اور کردار کومسخ کر دیا جاتا ہے،۔ وہی عقل اور کردار جس کی تیاری میں مہینوں اور سالوں اساتذہ اور مربیوں نے صرف کیے تھے-

صحافت اور پرنٹ میڈیا کی اسی سحر انگیزی کے پیش نظریہودی اسے اس قدر عزیز سمجھتے ہیں کہ ایک ایک یہودی فرم 50، 50 اخبارات اور میگزین شائع کررہی ہے۔ نیوزہاؤس یہودیوں کی ایک اشاعتی کمپنی ہے جو26 روزنامے

اور 24 میگزین شائع کرتی ہے۔

دنیا میں پانچ بڑی میڈیا فورم ہیں جن کے سارے سربراہان, عہدیداران, ایڈیٹرز اور منیجرز یہودی ہی ہیں۔پہلے نمبر پر والٹ ڈزنی آتی ہے۔ اس کے چیف ایگزیکٹو ،پروڈیوسرز ، منیجرز اور جنرل منیجرزسب یہودی ہیں۔ دوسری بڑی میڈیا کمپنی" ٹائم وارنر"ہے، جس میں کام کرنے والے تمام چھوٹے بڑے عہدیدار یہودی ہیں۔"وایا کام پیراماؤنٹ "دنیا کی تیسری بڑی میڈیا فورم ہے۔ اس میں بھی تمام ملازمین یہودی ہیں۔چوتھی بڑی کمپنی" نیوز کا رپوریشن" ہے، اس کمپنی میں یہودیوں کے علاوہ اور کسی کو کام نہیں ملتا۔ پانچویں نمبرپر جاپان کی کمپنی "سونی" ہے۔ گو اس وقت اس میں زیادہ تر عملہ جاپانیوں پر مشتمل ہے، لیکن یہودی لابی اسے خرید نے کیلئے پورا زور لگا رہی ہے۔

میڈیا سے یہودیوں کی دلچسپی کا اندازہ اس بات سے بھی لگا یا جا سکتا ہے کہ اس وقت جاپان میں صرف 2000 یہودی آباد ہیں۔ ان میں سے1000 یہودی کسی نہ کسی شکل میں میڈیا سے وابستہ ہیں- یہ تمام کمپنیاں بہ اتفاق رائے جس مشن پر لگی ہوئی ہیں اسے اگر وہ اپنے لفظوں مین دنیا پر غلبہ پانے کا نام دیتے ہیں تو ہم اسے مسلمانان عالم کو صفحہ ہستی سے مٹادینے کے ناپاک عزم سے تعبیر کرتے ہیں،یہ تعبیر کہاں تک درست ہے اس کا اندازہ لگانے کے لیے یہودی مکاریوں اور سازشوں کا تاریخی تسلسل بہت کافی ہے۔

فرقہ واریت کے جذبات کو شہہ دینا، واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے عوام کو گمراہ کرنا اور ان کو خلافِ شان حرکتوں پر مجبور کرنا، دوسروں کے محاسن کو بالائے طاق رکھنا، ان پر دبیز پردے ڈالنے کی کوشش کرنا، نااہل افراد اور جماعتوں کی تعریف میں آسمان و زمین کے قلابے ملا دینا، رائی کو پہاڑ بنانا، اصولی مسائل کے بجائے جزئیات اور غیرضروری اُمور پر توجہ مرکوز کرانا،یہ سب عالمی صحافت اور میڈیا کے ایسے مظاہر ہیں جو یہودی عزائم کی تکمیل کے لیے شب وروز انجام دئے جارہے ہیں۔ حقائق کا نظروں سے اوجھل ہوجانا، اخلاقی قدروں کی پامالی، فتنہ و فساد کا دور دورہ اور انسانیت دشمنی کے المناک حوادث اور کربناک واقعات کی ذمہ داری بھی تعصب و جانب داری پر مبنی اسی قسم کی صحافت کے سر آتی ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ان تمام عزائم میں سب سے زیادہ اور سب سے آسانی سے ناپختہ نوجوان ہی استعمال ہوتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں، ان عزائم کی تکمیل میں ان کی موجودگی ہی دراصل صحافت کی سنگینی کو دوبالا کرتی ہے،صحافت کے ذریعہ ان کی برین واشنگ, ان کے جذبات سے کھیل کر ان کی بلیک میلنگ اور ان کے کندھوں پر بندوق رکھ کر نشانہ بنانے جیسے دورخے پن نے یہودیوں کے لیے ان کا مشن آسان بنا دیا ہے،وہ مختلف پروگرامز اور متنوع کالمزکے ذریعہ ان کی رائے سے بآسانی با خبر ہوتے ہیں اور اس طرح بغیر مشقت کے معاشرہ کے نبض پر ان کا ہاتھ موجود رہتا ہے،وہ سماج کے ہر پرندے کا پر تولنے اور ہر گھر کا نمک چکھنے میں کامیاب رہتے ہیں-

میڈیا کا حملہ ہی ایسا ہوتا ہے کہ نوخیز ذہن کو ایک خاص رخ دینے میں بہت جلد کامیابی مل جاتی ہے، صحافت نے نئی نسل کا مزاج بگاڑنے، اس کے اخلاق خراب کرنے اور اسے نفسانی خواہشات کا غلام بنانے میں کوئی کسر اٹھانہیں رکھی ہے۔

وہ ناپختہ ذہن جسے ابھی تربیت،پختگی اور بلند فکری حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، اسے یہ مرحلہ آنے سے پہلے ہی اس لائق بنادیا جاتا ہے کہ مربی کی تربیت،مصلح کی اصلاح اور استاد کی فکری باتیں اس پر بے اثر اور بے معنی ثابت ہوتی ہیں،اور وہ صحافت کے پیش کردہ اخلاق سوزی،فکری پستی اورناروا کردارو گفتار کے جال(نٹ) میں پھنستا ہی چلا جاتا ہے، پھر ہوتا یہ ہے کہ ہزار مخالفتوں کے باوجود بھی سماج ومعاشرہ میں وہی تہذیب راہ پاجاتی ہےجو صحافت کے ذریعہ پیش کی جاتی ہے،نتیجہ ظاہر ہے سماج ہمارا ہوتا ہے، اس کے حوادث غیروں کے کئے ہوتے ہیں،اس میں اٹھائے جانے والے ایشوز کسی اور کے پیش کردہ ہوتے ہیں،اولاد مسلمانوں کی ہوتی ہیں،ان کے دماغ کو غذا اور فکر کو توانائی کہیں اور سے پہنچ رہی ہوتی ہے،اب وہ ہمارا ہوکربھی ہمارا نہیں رہتے،چال ڈھال اتنے خود سر کہ باپ دادا کی برسوں پرانی تہذیب کویک لخت روندتے ہوئے بھی انہیں باک نہیں ہوتا،روشن خیالی کے نام پر ساری پرانی روایتیں دقیانوسیت کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں،اب مغرب کے خول میں مشرقیت بے معنی ہوکر رہ جاتی ہے،سیکولر ذہنیت کو فروغ دینے کی آڑ میں لادینیت کا رواج ہونے لگتا ہے،الحاد ایک مذہب کے روپ میں پنپنے لگتا ہے، اورفکری دیوالیہ پن کا ایسا آغاز ہوتا ہے کہ تھامے نہیں تھمتا.... ہمارے موجودہ سماج میں ان سب کی زندہ مثالیں کسی بینا نظرسے اوجھل نہیں!

خلاصہ یہ ہے کہ یہ حالاتِ حاضرہ کا ایک دل گیر عمومی منظر نامہ ہے، جوسب نام نہادسیکولر جرنلزم کا کیا دھرا ہے۔ اوراگر بہ نظرِ غائر جائزہ لیا جائے تویہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ یہ سانحہ صرف اسلامی صحافت کے بحران کے نتیجے میں رونما ہوا ہے۔ کیوں کہ اگر یہ بات المیہ ہے کہ حالات اور کفریہ طاقتیں ہمارے خلاف ہیں، توپھر یہ امر بھی سانحہ ہے کہ ہم نے اس **خطر** ناک اور تباہ کُن خاموش طوفانِ بلا خیز کا چیلنج بھی قبول نہیں کیا ہے۔ مدارسِ دینیہ اورعلمائے کرام کی طرف سے صحافت کا میدان اکثر بے توجہی کا شکار رہا ہے ۔ اس محاذ کو جس التفات کی ضرورت تھی، وہ اس کو نہیں مل پائی ۔ جس کی وجہ سے ایک ”اسلامی صحافت کے بحران“ کا سا سماں رہا ہے۔ اور یوں علمائے کرام اس میدان میں قدم رنجہ فرمانے سے کتراتے رہے اور اس زمین کو بے علم اور بے فہم سیکولر لوگ روندتے رہے۔عوام ان کی گمراہ کُن راہ نمائی کی وجہ سے اپنا اسلامی راستہ دھیرے دھیرے فراموش کرتے گئے۔ بنا بریں یہ معاشرہ اسلامی نہیں،بلکہ مغربی تہذیب کی ایک خزاں رسیدہ اور سوختہ شاخِ نازک کا منظر پیش کرنے لگا۔ آج 95فیصد صحافت سیکولر ہے۔ اسلامک جرنلزم نہ ہونے کی وجہ سے مغرب نواز کالم نگار، اینکر پرسن، پروڈیوسرزاور پروگرامرز سب مل کر اسلامی روح کو مسخ کرنے اور جہاد،خلافت،تکفیرجیسے اسلامی اصطلاحات کو غلط طریقے سے پیش کرنے میں کامیاب رہے ہیں،اس کے علاوہ یہودی دماغ سے فکری نشوونما اور عیسائی وسائل سے بطنی غذا پانے والےقلم کاروں نے جہاں بہت سے گل کھلائے وہیں ایک اور خطرناک کام یہ کیا کہ انہوں نے آج کے حقیقی علم سے نابلد نوجوانوں کو یہ باور کرانا شروع کررکھا ہے کہ اسلام موجودہ زمانے کا ساتھ نہیں دے سکتا۔

اس دکھتے ہوئی رگ کا علاج وہی ہے جسے ہم نے اسلامی صحافت سے تعبیر کیا ہے، جب تک ہم اپنی کاوش سے موجودہ خلا کوپر کرنے کےلیے آگے نہیں آتے،دشمن کے پاؤں جمتے ہی جائینگے اور ان کے ناپاک عزائم کی تکمیل آسان تر ہوتی جائیگی،ہم اپنےنونہالان اور قوم کے نوجوانان کو ان کے فکری یرغمال بننے سے نہیں روک پائینگے،ہمارے گھر اور سماج مغربی رنگ میں رنگتے رہیں گے،ہماری آنکھوں کے سامنے ہمارے نونہالوں کا مستقبل لٹتا رہےگا،قوم کے نوجوانوں کی مردانگی جاتی رہےگی اور حوا کی بیٹیاں اپنی نسوانیت سے محروم ہوتی رہیں گی اور ہم خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہیں گے!

اٹھ کے اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے

مشرق ومغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے